اشتراکیت اور اسلام

مرزا بشیر احمد۔ ایم اے

تعارف

موجودہ زمانہ میں اشتراکیت کی بنیاد لامذہبیت پر رکھی گئی ہے - اور اس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کے وجود کے منکر ہو کر مادہ پرستی میں اس قدر محو ہو جائیں کہ آخرت کا خیال بھی ان کے دماغ میں نہ آئے - اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اشتراکیوں نے ہر جگہ اپنے جال بچھا دیئے ہیں - اور نوجوانوں کے خیالات کو تبدیل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے - اور بکثرت لٹریچر تقسیم کیا جا رہا ہے - اندریں حالات بہی خواہان اسلام کا یہ فرض ہے کہ وہ اس گمراہ کن پراپیگنڈے کے بداثرات سے اپنے بچوں کو محفوظ کرنے کے لئے اس کا مقابلہ کریں اسی مقصد کے پیش نظر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم - اے نے یہ رسالہ نافعہ رقم فرمایا ہے - جو حالت حاضرہ کے پیش نظر نہایت مفید اور ضروری ہے - احباب کو چاہیئے کہ وہ اپنے حلقہ میں اس کی کثرت سے اشاعت کریں — اللہ تعالیٰ اِسے لوگوں کے لئے بابرکت اور نافع بنائے - آمین

جلال الدین شمس

انچارج صیغہ تالیف و تصنیف ربوہ ضلع جھنگ ۲۸ ۱/۵۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ✦ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِشتراکیت اور اسلام

(چند اصولی اشارات)

اشتراکیت اور اسلام کے اصولوں کا مقابلہ ایک مفصل اور مبسوط مضمون بلکہ ایک مستقل کتاب کی تصنیف کا متقاضی ہے لیکن اِسوقت نہ تو اس کے لئے مناظر خواہ یکسوئی حاصل ہے اور نہ ہی ضروری سامان میسّر ہے - لہٰذا فی الحال ذیل کے چند مختصر فقرات میں اِس وسیع اور نازک مضمون کے چیدہ چیدہ پہلوؤں کے بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں - اگر کسی صاحب کو کوئی بات قابلِ تشریح نظر آئے یا کوئی اعتراض پیدا ہو تو وہ خط لکھ کر دریافت فرما سکتے ہیں یا اگر آئندہ موقع ملا اور خدا نے توفیق دی تو یہ خاکسار یا کوئی اور خادمِ ملت مفصل مضمون لکھنے کی سعادت حاصل کر لیگا - و باللہ التوفیق و ھو المستعان -

دُنیا کے تین نظام

اِس وقت دُنیا میں تین مختلف قِسم کے نظاموں کا مقابلہ ہے جن میں سے دو نظام تو کھلے طور پر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں اور تیسرا نظام کسی قدر پسِ پردہ رہ کر گویا اِن دو نظاموں کے ٹکراؤ اور اس ٹکراؤ کے نتیجہ کا انتظار کر رہا ہے - اوّل الذکر دو نظام اشتراکیت[1] اور سرمایہ داری[2] کے نظام ہیں اور تیسرا نظام اسلام کا نظام ہے جسے قدرت نے ابھی تک اپنی خاص

[1] Communism [2] Capitalism

تقدیر کے ماتحت پیچھے رکھا ہوا ہے تاکہ اشتراکیت اور سرمایہ داری کے باہم فیصلہ کے بعد اسے دُنیا کے آخری ٹکراؤ کے لئے تیار کر کے آگے لایا جائے۔ یہ تیاری ہمارے معتقدات کی رُو سے اِس زمانہ کی عظیم الشان مذہبی تحریک یعنی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ مقدر ہے جس کے مقدس بانی کو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے مثیل اور ہمارے رسولِ پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے نائب و خادم ہونے کی حیثیت میں تمام مذاہبِ عالم کے لئے حَکَم و عدل اور اسلام کے دَورِ جدید کا عَلَم بردار بنا کر بھیجا گیا ہے۔

یاجوج اور ماجوج

اسلام نے اشتراکیت اور سرمایہ داری کے نظاموں کا یاجوج اور ماجوج کے ناموں سے ذکر کیا ہے اور پیشگوئی فرمائی ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں نظام ایک بھاری سیلاب کی طرح ساری دُنیا پر چھا جائینگے اور مادی ترقی کے سارے سامان بظاہر اُن کے ہاتھ میں چلے جائیں گے۔ (قرآن مجید سورۃ انبیاء آیت ۹۶ تا ۹۸) یاجوج روس کا نام ہے جو آجکل اشتراکی نظام کا لیڈر اور مرکزی نقطہ ہے اور ماجوج برطانیہ کا نام ہے جو سرمایہ داری کے نظام کا اوّلین علمبردار ہے۔ اور برطانیہ کے مفہوم میں شمالی امریکہ بھی شامل ہے جو زیادہ تر برطانیہ ہی کی نسل اور اسی نظام کا حامل ہے گو آجکل وہ اِس میدان میں برطانیہ سے بھی آگے آگے ہے یہ دونوں نظام متضاد اور مخالف پالیسیوں اور سکیموں کے ماتحت ایک دوسرے کے خلاف خطرناک طور پر صف آرا ہیں۔ اور گو مخفی جنگ جسے آجکل کی اصطلاح میں اعصابی جنگ یا کولڈ وار[1] کہتے ہیں اب بھی جاری ہے لیکن ایسے حالات سرعت کے ساتھ پیدا ہو رہے ہیں جن کے پیشِ نظر اِس بات کا بھاری خطرہ ہے کہ یہ متقابل آتش فشاں پہاڑ کسی وقت بھی پھٹ کر نہ صرف ایک دوسرے پر چھا جانے بلکہ دُنیا کے ہر ملک اور ہر قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لینے کے لئے ایک عالمگیر جنگ کی آگ بھڑکا

[1] Cold war

دیں گے[1]۔

عالمگیر خطرہ

بظاہر حالات یہ دونوں (یعنی اشتراکیت اور سرمایہ داری) اقتصادی اور تمدنی نوعیت کے نظام ہیں مگر حقیقتاً اِن نظاموں کے ساتھ نہ صرف سیاسیات بلکہ اخلاقیات اور روحانیات اور دینیات کی تاریں بھی اِس طرح اُلجھی ہوئی ہیں کہ ان نظاموں کی ترقی اور تنزل کا اثر ان سارے میدانوں پر براہِ راست پڑتا ہے اور دُنیا کا کوئی طبقہ خواہ وہ سیاسی ہو یا تمدنی یا مذہبی اپنے آپ کو لاتعلق سمجھ کر علیحدہ نہیں رہ سکتا۔ پس قبل اس کے کہ اس عالمگیر آگ کے شعلے کسی قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیں ہر قوم کا فرض ہے کہ حالات کا جائزہ لیکر کسی صحیح نتیجہ اور فیصلہ کن لائحہ عمل پر پہنچنے کی کوشش کرے ورنہ جو قوم اپنے آپ کو محفوظ اور لاتعلق سمجھ کر خاموش بیٹھی رہے گی وہ یقیناً اُس کبوتر کی مثال بنے گی جو بلی کو دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اب مَیں اِس خطرہ سے محفوظ ہو گیا ہوں۔

اشتراکیت کے نظام کا خلاصہ

اشتراکیت کے نظام کا خلاصہ یہ ہے کہ دولت اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو افراد کی بجائے قوم اور مُلک کی مشترکہ اجارہ داری قرار دیکر حکومت کے ہاتھ میں دیدیا جائے اور اِس طرح مشترکہ انتظام اور مشترکہ سامانوں کے ذریعہ دولت پیدا کر کے اور دولت کو ترقی دیکر اسے افراد میں اُن کی ضرورت کے مطابق بزعمِ خود مساویانہ اصول پر تقسیم کر دیا جائے۔ گویا دولت تو سب ملکر اپنی طاقت کے مطابق پیدا کریں اور خرچ افراد کی ضرورت کے مطابق (قطع نظر اسکے کہ دولت پیدا کرنے میں کس فرد کا کتنا حصہ ہے) تقسیم کر دیا جائے۔ گو آجکل اشتراکیت اپنے اصولوں میں کسی قدر نرمی پیدا کرنے کی طرف مائل ہے مگر یہ نرمی خود اُنکے نظام کی کمزوری کی دلیل ہے اور بہر حال اشتراکیت کا اصولی نظریہ وہی ہے جو اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مقابل پر

[1] مذہبی پہلو کے لحاظ سے یاجوج ماجوج کے فتنہ کا احادیث میں دجال کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ منہ

سرمایہ داری جس کے متعلق آجکل بعض لوگ جمہوریت(۱) کا لفظ بھی استعمال کرنے لگے ہیں وہ نظام ہے جس میں افراد کے لئے ذاتی آمد اور ذاتی جائداد پیدا کرنے اور اس آمد اور جائداد سے ذاتی فائدہ اُٹھانے کا حق تسلیم کیا جاتا ہے مگر عملاً اس نظام کو اس طرح چلایا جاتا ہے اور ذاتی جائداد کے حق کو اس طرح بے لگام چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ملک کی دولت سمٹ سمٹ کر ایک محدود اور مخصوص طبقہ کے ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہے اور پھر اس جمع شدہ دولت کو مناسب رنگ میں سمونے اور امیر و غریب کے فرق کو کم کرنے کا بھی کوئی مؤثر انتظام نہیں کیا جاتا۔

سرمایہ داری کا ردِ عمل

اشتراکیت کا نظام در اصل سرمایہ داری کے نظام کا ہی ردِ عمل ہے اور گویا بالواسطہ طور پر اسی کا ایک غیر قدرتی بچہ ہے سینکڑوں سال سے دُنیا کا اقتصادی نظام ایسے رستہ پر چل رہا تھا کہ قوموں اور ملکوں کی دولت سمٹ سمٹ کر ایک خاص طبقہ کے ہاتھوں میں جمع ہو گئی تھی اور آبادی کا بقیہ حصہ (اور اسی کی اکثریت تھی) غربت اور افلاس اور ناداری اور بے بسی کی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ سرمایہ داری کی یہ بھیانک صورت سب سے زیادہ روس کے ملک میں رونما ہوئی جہاں زاروں اور ان کے درباریوں اور رئیسوں کے تعیش نے گویا غریبوں کا خون چوس رکھا تھا اور ان کی حالت جانوروں سے بھی بدتر ہو رہی تھی کیونکہ شعور موجود تھا مگر اس شعور کی تسکین کا کوئی سامان نہیں تھا۔ پس جس طرح ہر ظالمانہ نظام کا ایک ردِ عمل ہوا کرتا ہے جو گویا قائم شدہ نظام کے خلاف بغاوت کا رنگ رکھتا ہے اور ایک انتہا سے ہٹا کر دوسری انتہا کی طرف لے جاتا ہے اسی طرح سرمایہ داری اور دولت کے ناواجب اجتماع کا ردِ عمل اشتراکیت کی صورت میں ظاہر ہوا اور روس کے ملک میں خصوصیت سے سماجی نظام کا پنڈولم(۲) ایک انتہا کی چوٹ کھا کر دوسری انتہا کو جا پہنچا۔

انفرادیت اور اجتماعیت کا قدرتی توازن

ان دونوں غیر فطری نظاموں کے مقابل پر

۱؎ Democracy ۲؎ Pendulum

جن میں سے ایک نظام انفرادیت(۱) کو مٹاتا اور دوسرا اجتماعیت(۲) کے جذبہ کو تباہ کرتا ہے اسلام کا نظریہ مختصر طور پر یہ ہے کہ عام حالات میں ذاتی دولت پیدا کرنے اور اس دولت سے ذاتی فائدہ اُٹھانے کے حق کو تو تسلیم کیا جاتا ہے مگر اس کے ساتھ ایک ایسی مؤثر اور حکیمانہ مشینری لگا دی گئی ہے جس کی وجہ سے ملکی دولت کبھی بھی چند ہاتھوں میں جمع نہیں ہو سکتی! اور دولت کو سمونے اور غریب و امیر کے فرق کو کم کرنے کا عمل ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اس طرح اسلام گویا اشتراکیت اور سرمایہ داری کے بین بین کا نظام ہے جس میں کمال حکمت سے ایک طرف تو دونوں نظاموں کی خوبیاں جمع ہیں اور دوسری طرف وہ ان دونوں نظاموں کی خرابیوں سے مبرا اور آزاد ہے اور اس کی اپنی خوبیاں مزید برآں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس اسلامی ملک کے مسلمان اسلام کی تعلیم پر قائم رہے ہیں۔ (مگر افسوس کہ یہ نظارہ آجکل کم نظر آتا ہے) وہاں نہ تو سرمایہ داری ہی اپنی بھیانک صورت میں قائم ہو کر اجتماعیت کے جذبہ کو تباہ کر سکی ہے اور نہ ہی اس میں اشتراکیت کو نفوذ کا رستہ مل کر انفرادیت کا جنازہ اُٹھا ہے۔ حقیقۃً اشتراکیت کے مقابل پر اسلام ایک ایسی آہنی دیوار کا حکم رکھتا ہے جس میں نقب لگانا اشتراکیت کے بس کی بات نہیں۔

اسلامی نظام کا مرکزی نقطہ

اسلام نے سب سے پہلے دولت پیدا کرنے کے ذرائع کے متعلق یہ اصولی تعلیم دی ہے کہ خدا تعالیٰ نے دُنیا کے سامانوں اور دولت کے قدرتی وسائل کو تمام بنی آدم کے فائدہ کی خاطر پیدا کیا ہے اور کسی خاص طبقہ کی اجارہ داری قرار نہیں دیا چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:۔

خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (سورہ بقرہ آیت ۳۰)

یعنی "اے لوگو جو اس دُنیا میں بستے ہو خدا نے دُنیا کی ہر چیز تم سب کے فائدہ کے لئے پیدا کی ہے۔"

۱؎ Individualism ۲؎ Collectivism

اس واضح آیت سے ثابت ہے کہ اسلامی نظریہ کے ماتحت دولت پیدا کرنے کے ذرائع سب لوگوں کے لئے یکساں کھلے رکھے گئے ہیں اور ان پر کسی خاص طبقہ کی اجارہ داری تسلیم نہیں کی گئی۔ لیکن دوسری طرف اس کھلے دروازہ میں داخل ہونے کے بعد جو فرق انفرادی قابلیت اور انفرادی جدّوجہد کے نتیجہ میں طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے اسے بھی اسلام تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:-

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ..... اَوَلَمْ يَرَوْا
اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (سورہ نحل آیت ٧٢
وسورہ روم آیت ٣٨)

یعنی "بعض لوگوں کو خدائی قانون کے ماتحت دوسرے لوگوں پر رزق اور دولت میں فوقیت حاصل ہو جاتی ہے ..... (نیز) کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ خدا بعض لوگوں کے رزق میں فراخی پیدا کر دیتا ہے اور بعض کے لئے تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔"

یہ آیات پوری تشریح کے لئے مفصل بیان چاہتی ہیں مگر بہرحال ان دو متقابل تعلیموں پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاں تک دولت پیدا کرنے کے ذرائع کا سوال ہے وہ سب لوگوں کے لئے یکساں کھلے رکھے گئے ہیں مگر دوسری طرف انفرادی قابلیت اور انفرادی جدّوجہد کے نتیجہ میں جو فرق افراد اور اقوام کی دولت میں طبعی طریق پر پیدا ہو جاتا ہے اسے بھی خدائی قانون اور خدائی مشیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور یہی وہ فطری صورت ہے جس سے حقوق کا صحیح توازن قائم رکھا جا سکتا ہے۔

انفرادی جدّوجہد کا قدرتی محرّک — اس کے مقابل پر اشتراکیت نے دولت اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو کلیۃً حکومت کے ہاتھ میں دے کر انفرادی جدّوجہد کے سب سے بڑے محرک کو تباہ کر دیا ہے۔ بیشک دُنیا میں کام کے محرک بہت سے ہیں مگر وہ عالمگیر محرک جو تمام محرکات سے وسیع تر اور مضبوط تر ہے جس کے اثر سے کوئی فردِ بشر بھی باہر

نہیں کیونکہ وہ فطرتِ انسانی کا حصّہ ہے وہ اس جذبہ سے تعلق رکھتا ہے کہ انسان اپنی محنت کا پھل خود براہِ راست بھی کھائے مگر یہ فطری جذبہ اشتراکیت کے نظام نے بالکل کچل کر رکھ دیا ہے۔ یہ درست ہے کہ دوسروں کی امداد کرنے اور دوسروں کی خاطر کام کرنے کا جذبہ بھی اعلیٰ فطرتِ انسانی کا حصّہ ہے اور اسلام نے اس جذبہ پر بھی بہت زور دیا ہے کیونکہ یہ جذبہ انسانی تمدّن پر بھاری اثر رکھتا ہے مگر اسلام جو فطرت کا مذہب ہے اور تمام فطری جذبات کے توازن کو قائم رکھنا چاہتا ہے اس نے اپنی محنت کے پھل کھانے کی عالمگیر خواہش کو بھی جو ہر انسان میں پائی جاتی ہے مٹایا نہیں اور نہایت حکیمانہ طور پر دونوں کے بین بین رستہ نکال کر انفرادیت اور اجتماعیت ہر دو کی زندگی کا سامان مہیّا کیا ہے۔

مسابقت کا فطری جذبہ — اشتراکیت کے نظام میں مسابقت یعنی ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی رُوح کو بھی کچل دیا گیا ہے حالانکہ یہ رُوح قومی اور انفرادی ترقی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں نہ صرف انسانی جدّوجہد میں وسعت اور تیزی پیدا ہو جاتی ہے بلکہ انسانی دماغ بھی زیادہ سوچتا اور زیادہ ترقی کرتا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مسابقت کی رُوح جسے انگریزی میں امبیشن[۱] کہتے ہیں ایک عظیم الشان فطری محرک ہے جو انسان کو آگے کی طرف دھکیل کر اس کی رفتار میں غیر معمولی تیزی پیدا کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے دل میں یہ خواہش موجزن ہوتی ہے کہ میں دوسرے لوگوں سے آگے نکل جاؤں لیکن اشتراکیت کے نظام میں اس مسابقت کی رُوح کو اگر یکسر کچلا نہیں گیا تو کم از کم مفلوج[۲] ضرور کر دیا گیا ہے۔

انفرادی ہمدردی و مواسات — اشتراکیت میں انفرادی ہمدردی اور مواسات کے جذبات کو بھی بُری طرح کچلا گیا ہے کیونکہ اشتراکیت کے نظام میں رشتہ داروں اور دوستوں اور ہمسایوں اور غریب لوگوں کی انفرادی امداد کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا

[۱] Ambition [۲] Paralysed

بلکہ ہر قسم کی امداد کا منبع صرف حکومت بن جاتی ہے حالانکہ انسانی اخلاق کی تکمیل اور ترقی کے لئے یہ پہلو بھی نہایت ضروری ہے کہ حسبِ ضرورت رشتہ داروں اور دوستوں اور ہمسایوں اور غریب لوگوں کی تنگی اور تکلیف کے اوقات میں انفرادی امداد اور مواسات کا راستہ بھی کھلا رہے مگر اشتراکیت نے اس جہت سے بھی انسان کو گویا صرف ایک مشین بنا دیا ہے حالانکہ قدرت نے انسان کو محض مشین کے طور پر پیدا نہیں کیا بلکہ اسکے اندر محبت اور ہمدردی کے جذبات ودیعت کئے ہیں جن کے انفرادی اظہار کے لئے رستہ کھلا رہنا چاہیئے۔ کاش اشتراکیت کے اربابِ حل و عقد اس بات کو سمجھتے کہ انسان کے اندر صرف دماغ ہی پیدا نہیں کیا گیا بلکہ دل بھی پیدا کیا گیا ہے۔ پس جب تک انسانی اخلاق میں عقل[۱] اور جذبات[۲] ہر دو کی حکیمانہ آمیزش کا انتظام نہ ہو انسانیت کا آدھا دھڑ یقیناً مفلوج رہیگا۔

بے شک انفرادی امداد کے بعض پہلوؤں میں یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ دینے والے میں احسان جتانے اور لینے والے میں اپنے آپکو نیچا محسوس کرنے کی طرف میلان پیدا ہونے لگتا ہے مگر اس خطرہ کو اسلام نے بڑی سختی کے ساتھ روکا ہے۔ چنانچہ ایک طرف ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص دوسرے کی امداد کر کے احسان جتاتا ہے وہ نہ صرف اس امداد کا سارا ثواب ضائع کر لیتا ہے بلکہ بھاری گناہ کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ہدایت دی ہے کہ انفرادی امداد حتی الوسع خفیہ طور پر دوسروں کو پتہ لگنے کے بغیر کی جائے تاکہ امداد دینے والے اور لینے والے کے دلوں میں کسی قسم کے ناگوار احساسات نہ پیدا ہوں۔

علاوہ ازیں اسلام یہ بھی حکم دیتا ہے کہ حاجتمند لوگ محنت کر کے خود اپنی روزی کمائیں اور حتی الوسع سوال سے پرہیز کریں۔ اور دوسری طرف وہ ذی ثروت لوگوں کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ اپنے ماحول میں آنکھیں کھول کر زندگی گزارو اور غریبوں اور محتاجوں کے سوال کے بغیر خود بخود ان کی امداد کو پہنچو۔ اس مرکب اور حکیمانہ تعلیم پر قائم رہتے ہوئے یہ خطرہ کہ انفرادی

[۱] Reason [۲] Sentiment

امداد سے دینے والے میں بڑائی اور لینے والے میں احساسِ کمتری کے جذبات پیدا ہونے کا امکان ہے عملاً ایک موہوم خطرہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ بہرحال اسلام نے عقل اور جذبات دونوں میں نہایت درجہ حکیمانہ توازن قائم کیا ہے لیکن اشتراکیت جذبات کے پہلو کو یکسر مٹا کر اس فطری توازن کو کلیۃً برباد کر رہی ہے۔

دماغی طاقتوں کی افسوسناک بے قدری

پھر طرفہ ماجرا یہ ہے (اور حقیقۃً یہ ایک عجیب تضاد ہے) کہ جذبات کو مٹانے اور دل کے مقابلہ پر دماغ کو اسکے اصلی مقام سے زیادہ حیثیت دینے کے باوجود اشتراکیت کے نظام میں انسانی دماغ کی کوئی زائد قیمت نہیں لگائی گئی بلکہ اصولاً وہی ہاتھ پاؤں والی عمومی پوزیشن تسلیم کی گئی ہے کیونکہ اشتراکی ممالک میں اسی اصول کے مطابق افراد کا گزارہ مقرر ہوتا ہے اور گو اب عملاً کسی قدر فرق ملحوظ رکھا جانے لگا ہے مگر بنیادی اصول یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اب یہ ایک مسلّمہ اور تجربہ شدہ حقیقت ہے کہ جس چیز کی اس کے بالا اور ارفع مقام کے باوجود زائد قیمت نہ لگے وہ آہستہ آہستہ اپنے مقام سے گر کر نیچے کی چیزوں کی سطح پر آ جاتی ہے۔ اس طرح اشتراکیت کا نظام درحقیقت نسلِ انسانی کی دماغی طاقتوں کو بھی نقصان پہنچانے کا موجب ہے گو ظاہر ہے کہ اس قسم کی باتوں کا نتیجہ فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتا بلکہ کچھ وقت لے کر آئندہ نسلوں میں آہستہ آہستہ ظاہر ہوتا ہے مگر ہوتا یقیناً ہے کیونکہ قدرت کا قانون ٹل نہیں سکتا۔

انسانی حقوق کی قدرتی تقسیم

علاوہ ازیں اشتراکیت کے نظام میں ایک بڑا نقص یہ بھی ہے کہ اس نظام میں انسانی حقوق کی قدرتی تقسیم کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور سارے حقوق کو ایک ہی اصول اور ایک ہی پیمانہ سے ناپا گیا ہے۔ حالانکہ دراصل انسانی حقوق دو قسم کے ہیں۔ اوّل وہ حقوق جو حکومت کے ذمہ ہوتے ہیں مثلاً عدل و انصاف کا قیام، ملکی عہدوں کی تقسیم، ترقی

کے رستوں کا سب کے واسطے یکساں کھلا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اور دوسرے وہ حقوق جو یا تو فطری قوے کے نتیجہ میں انسان کو حاصل ہوتے ہیں اور یا انفرادی جدّ و جہد کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا عقل و خرد میں دوسروں سے آگے ہونا یا زیادہ محنت کا عادی ہونا یا زیادہ اچھے طریق پر کاموں کو سرانجام دینا وغیرہ ایک زائد وصف ہے جو بعض لوگوں میں ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا۔ حقوق میں یہ طبعی تفاوت اتنا ظاہر و عیاں ہے کہ کوئی عقلمند انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اشتراکیت نے ان ہر دو قسم کے حقوق کو ایک ہی چیز قرار دے کر اور ایک ہی قانون کے ماتحت لا کر بالکل خلط ملط کر دیا ہے مگر اس کے مقابل پر اسلام نے حقوقِ انسانی کی اِس فطری تقسیم کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر ہر ایک کے مناسبِ حال علیحدہ علیحدہ احکام جاری فرمائے ہیں۔ چنانچہ اسلام نے پہلی قسم کے حقوق میں۔ جن کا ادا کرنا حکومت کے ذمہ ہے کامل مساوات قائم کی ہے اور کوئی امتیاز روا نہیں رکھا۔ لیکن دوسری قسم کے حقوق میں جو مختلف لوگوں کے انفرادی قوے اور انفرادی کوشش سے تعلق رکھتے ہیں، ایک نہایت درجہ حکیمانہ نظام کے ماتحت سمونے کی تو ضرور کوشش کی ہے لیکن جبر کے طریق پر دخل دے کر اِن سارے فرقوں کو یکسر مٹانے کا ظالمانہ طریق اختیار نہیں کیا۔ اور حق یہ ہے کہ اِن فرقوں کو مٹایا بھی نہیں جا سکتا۔ مثلاً دماغی قوے کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے؟ قلبی اوصاف کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے؟ جسمانی طاقتوں کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے؟ انفرادی جدّ و جہد کے فرق کو کون مٹا سکتا ہے؟

خارجی سہاروں پر ناواجب بھروسہ | اشتراکیت اور سرمایہ داری ہر دو نظاموں میں یہ بھاری نقص بھی ہے کہ

وہ انسان کو جدّ و جہد کے میدان سے نکال کر اور گویا کلیۃً خارجی سہاروں پر بٹھا کر غافل کر دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ سرمایہ داری تو دولت مندوں کے لئے جمع شدہ خزانوں کا سہارا مہیا کر کے غفلت پیدا کرتی ہے اور اشتراکیت عوام کو حکومت کے کھونٹے سے باندھ کر غافل رکھنا چاہتی ہے۔ لیکن اسکے مقابل پر اسلام کا نظام انسان کو ہر وقت جدّ و جہد کے میدان میں کھڑا رکھتا ہے اور خارجی سہارے صرف اس حد تک مہیا کرتا ہے کہ وہ غفلت کا موجب نہ بنیں اور یہی صحیح فطری طریق ہے جس سے ایک طرف تو انسان میں انفرادی کوشش اور انفرادی جدّ و جہد کی کیفیت زندہ رہتی ہے اور افراد کا دماغ ہوشیار اور چوکس رہنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف خاص خطرہ کے اوقات میں کسی قدر خارجی سہاروں کا آسرا بھی میسر رہتا ہے۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ افراد کی معیشت کے متعلق حکومت کا ہر حال میں کلی طور پر ذمہ دار بن جانا ایک ایسا ہی غیر فطری سہارا ہے جیسا کہ جمع شدہ خزانوں پر کسی شخص کا غافل ہو کر بیٹھ جانا۔ بے شک کسی قدر درجہ کا فرق ضرور ہو گا لیکن ہر عقلمند انسان آسانی کے ساتھ سوچ سکتا ہے کہ دراصل اس جہت سے اِن دونوں نظاموں کی نوعیت اور بنیادی نظریہ ایک ہی ہے کہ وہ انسان کو جدّ و جہد کے میدان سے نکالتے ہیں اور صحیح نظریہ صرف اسلام کا ہے جو ہر فرد کو خواہ وہ امیر ہے یا غریب اپنی ضروریاتِ زندگی کے لئے ہر وقت چوکس رکھتا ہے اور اونگھ کر غافل ہونے سے بچاتا ہے۔

رُوحانیت کا کامل فُقدان | مذہبی رجحان رکھنے والے لوگوں کے لئے خواہ

وہ مسلمان ہیں یا عیسائی یا یہودی یا بدھ یا ہندو یا سکھ یا کوئی اور ایک خاص قابلِ توجہ بات یہ بھی ہے کہ اشتراکیت کا سارا میلان اور سارا ذہنی ماحول مادّی ہے اور عملاً بھی اِس کا سارا زور مادیت ہی کے رنگ میں خرچ ہو رہا ہے۔ اور اشتراکی درسگاہوں میں بھی مذہبی تعلیم بالکل ممنوع ہے جو اِس بات کا ثبوت ہے کہ اشتراکیت کے نظام میں انسان کے روحانی پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اس نظام کے تمام کل پُرزے روحانیت کو مٹانے اور کچلنے اور مذہبیت کو تباہ و برباد کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی لئے خواہ اشتراکیت اپنے مُنہ سے خدا کے عقیدہ کے خلاف کچھ بولے یا نہ بولے اس کا عملی اثر نمایاں طور پر دہریت کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اور اس طرح اشتراکیت نے گویا انسانیت کے نصف بہتر دھڑ کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور کمیونسٹوں کی نئی نسل عملاً ایک دہریہ نسل ہے جس میں کسی خدا پرست کو ڈھونڈنا ایک عبث فعل سے زیادہ نہیں اور اگلی نسلوں کا تو بس خدا ہی حافظ ہے۔

رُوس کا آہنی پردہ

اشتراکیت کے نظام کی رازداری بھی اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ روس کا آہنی پردہ[1] ایک معروف حقیقت ہے جسے بچہ بچہ جانتا ہے۔ اگر اشتراکیت حقیقۃً ایک رحمت اور بنی نوع انسان کے لئے واقعی مفید اور بابرکت چیز ہے تو اِس رازداری کے کیا معنے ہیں؟ رُوس کے دروازے غیر ملکی مبصروں کے واسطے کیوں بند ہیں؟ اشتراکیت کے پرچارک دوسرے ممالک میں خفیہ نفوذ کا طریق کیوں اختیار کرتے ہیں؟ تاریخِ عالم کا مطالعہ اِس بات پر ایک زندہ گواہ ہے کہ دُنیا میں کوئی صداقت کبھی

[1] Iron Curtain

رازداری کے رنگ میں ظاہر نہیں ہوئی بلکہ ہمیشہ ایک کھلی حقیقت بن کر آتی ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تک اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر موجودہ زمانہ تک جتنے بھی مصلح دُنیا کے مختلف ممالک میں آئے ہیں اُن سب نے بلا استثناء اپنے اصولوں کا ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا ہے اور ان اصولوں کی تبلیغ میں کبھی بھی کوئی رازداری نہیں برتی۔ تو پھر سوچنے کا مقام ہے کہ اشتراکیت میں یہ رازداری کیوں ہے؟ کمیونزم کے متاع کو دُنیا کی کھلی منڈی میں کیوں نہیں لایا جاتا؟ اشتراکی ممالک میں دوسرے خیالات اور نظریات کی پُرامن تبلیغ و اشاعت کو کیوں روکا جاتا ہے؟

اسلام کی عالمگیر مساوات

اب مَیں اسلامی نظریّہ کی طرف آتا ہوں۔ اصولی طور پر اُوپر کے نوٹوں میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ اگر ایک طرف اسلام دُنیا کے سامانوں اور دولت پیدا کرنے کے قدرتی ذرائع میں سب بنی نوع انسان کا مساویانہ حق تسلیم کرتا ہے اور ان ذرائع کو کسی خاص قوم یا پارٹی کی اجارہ داری قرار نہیں دیتا وہاں دوسری طرف وہ عملاً دولت کے اس تفاوت کو بھی نظر انداز نہیں کرتا جو افراد کے ذاتی قوٰی اور ذاتی جدّوجہد کے نتیجہ میں طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۵ و ۶ رسالہ ہذا)۔ لیکن ظاہر ہے کہ انسانی مساوات میں سب سے پہلا اور سب سے مقدم سوال دولت کی تقسیم کا نہیں بلکہ انسان کی نسلی اور شخصی مساوات کا ہے کیونکہ دراصل یہی وہ میدان ہے جس میں جذباتی کشمکش اور سماجی خلیج پیدا ہو کر سب سے زیادہ فتنہ کا رستہ کھولتی ہے اور سوسائٹی کے مختلف طبقات ایک دوسرے

کے مقابل پر رقیبانہ کیمپ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ سو اسکے متعلق مقدس بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور کس شان سے فرماتے ہیں کہ:۔

یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اٰبَاکُمْ وَاحِدٌ۔ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی۔ (مسند امام احمد بن حنبل)

یعنی "اے لوگو! کان کھول کر سُن لو کہ تمہارا ربّ ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا۔ اور پھر کان کھول کر سُن لو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت ہے اور نہ گوروں کو کالوں پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کالوں کو گوروں پر کوئی فضیلت ہے سوائے ایسی ذاتی خوبی اور ذاتی نیکی کے جس کے ذریعہ کوئی شخص دوسروں سے آگے نکل جائے۔"

یہ نظریہ اسلامی مساوات کا بنیادی پتھر ہے جس میں سب اقوام عالم کو بلا استثناء ایک سطح پر کھڑا کر دیا گیا ہے اور اس کے بعد مسابقت کی رُوح کو بیدار کر کے ان سے کہا گیا ہے کہ اب جو شخص چاہے اپنے ذاتی اوصاف اور انفرادی جدوجہد کے زور سے آگے نکل جائے۔

دولت کو کھلے میدان میں لانے کی تلقین

سوال ہو سکتا ہے کہ اسلام کا تمدنی نظریہ بھی ٹھیک اور دولت کے قدرتی وسائل

کے متعلق اس کی تعلیم بھی بجا لیکن اس بات کا کیا علاج ہے کہ اگر انفرادی قوٰی اور انفرادی جدوجہد کے نتیجہ میں دولت کا توازن ناگوار صورت اختیار کر لے تو پھر اس توازن کو درست کرنے اور درست رکھنے کے لئے کیا صورت کی جائے؟ سو اس خطرہ کی طرف سے بھی اسلام غافل نہیں۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ...... هٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ۝ (سورہ توبہ آیت ۳۴/۳۵)

یعنی "جو لوگ سونے چاندی کے مالوں کو بند خزانوں کی صورت میں جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کے مقرر کردہ رستوں میں خرچ نہیں کرتے تو اے رسول! تم ایسے لوگوں کو خدا کے دردناک عذاب کی خبر دو .... ان کے لئے ان ہی بند خزانوں کو عذاب کا آلہ بنا دیا جائے گا۔ اور اُن سے کہا جائے گا کہ اب اپنے ان خزانوں کا مزا چکھو جنہیں تم نے صرف اپنی جانوں اور اپنے عزیزوں کے لئے روک رکھا تھا۔"

اس سنہری تعلیم کے ذریعہ اسلام نے دولت کو کھلے میدان میں لانے اور ایک طرف غریبوں اور مسکینوں کی امداد پر بلا واسطہ خرچ کرنے اور دوسری طرف دولت کو تجارتوں اور صنعتوں میں لگا کر عوام کو بالواسطہ فائدہ پہنچانے کا رستہ کھولا ہے اور ایک زبردست انتباہ کے ذریعہ

لوگوں کو ہوشیار کیا ہے کہ اگر تم نے اپنے خزانوں کو بند کر کے رکھا اور اُنہیں ملک و قوم کی بہتری کے لئے خرچ نہ کیا تو یہی بند خزانے تمہارے لئے ایک زمانہ میں دردناک عذاب بن جائیں گے۔ اور اس دردناک عذاب میں صرف آخرت کے عذاب کی طرف ہی اشارہ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے موجودہ زمانہ کی اِس ہیبت ناک کشمکش کی طرف بھی اشارہ ہے جس میں مزدور سرمایہ دار کے خلاف اور مزارع مالک کے خلاف اُٹھ کر اُن کی زندگی کی شیرینی کو تلخ اور اُن کے دل و دماغ کے سکون کو برباد کر رہا ہے۔

اسلام کا قانونِ ورثہ

لیکن اسلام نے اِس معاملہ میں صرف قولی تحریک پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ قومی اور ملکی دولت کو مناسب رنگ میں سمونے کے لئے ایک مؤثر مشینری بھی قائم کی ہے اور اس مشینری کو چالو رکھنے کے لئے بہت سے معیّن احکام صادر فرمائے ہیں۔ ان احکام میں سے ایک حُکم **قانونِ ورثہ** سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ایک نہایت درجہ حکیمانہ قانون ہے جس کی رُو سے ہر مرنے والے مسلمان کا ترکہ صرف ایک بچہ یا صرف نرینہ اولاد یا صرف خالی اولاد کے ہاتھ میں ہی نہیں جاتا بلکہ سارے لڑکوں اور ساری لڑکیوں اور بیوی اور خاوند اور ماں اور باپ اور بعض صورتوں میں بھائیوں اور بہنوں اور دوسرے رشتہ داروں میں بھی ایک نہایت مناسب شرح کے ساتھ تقسیم ہو جاتا ہے۔ اِس طرح گویا اسلام نے دولت کی دَوڑ میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بعض ہرڈلس[1] یعنی قانونی روکیں قائم کر دی ہیں اور

[1] Hurdles

ہر نسل کے خاتمہ پر ایک روک سامنے آ کر دولت کے اِس فرق کو کم کر دیتی ہے جو اس عرصہ میں پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ اسلام کے اس قانونِ ورثہ پر تفصیلی نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل ظاہر و عیاں ہو جاتی ہے کہ اس قانون کے ذریعہ صرف ورثاء کو ورثہ پہنچانا ہی مدنظر نہیں ہے بلکہ ملکی اور قومی دولت کو سمونا بھی اس کی اغراض میں سے ایک اہم غرض ہے۔

قانونِ ورثہ کے ضمن میں ہی اسلام نے ایک **قانونِ وصیّت** بھی جاری فرمایا ہے جس کی رُو سے ہر مسلمان کے لئے اپنی جائداد کے ایک تہائی (⅓) حصہ کے متعلق غیر وارثوں کے حق میں وصیت کرنے کا حق تسلیم کیا گیا ہے مثلاً اگر ایک شخص کے پاس تین لاکھ روپے کا مال ہے تو وہ اس میں سے ایک لاکھ روپیہ تک کی ایسے لوگوں یا اداروں کے حق میں وصیت کر سکتا ہے جو اس کے شرعی وارث نہیں ہیں۔ یہ نظام بھی مُلکی دولت کو سمونے کا ایک مقدس ذریعہ ہے اور ہزاروں نیک دل مسلمانوں نے اِس بابرکت نظام سے فائدہ اُٹھا کر اپنی جائدادوں کے معقول حصے غریبوں کے لئے یا غریبوں کی امداد کرنے والے اداروں کے لئے یا جماعتی اور قومی کاموں کے لئے وقف کئے ہیں اور کر رہے ہیں۔

امدادِ باہمی کی مؤثر مشینری

اسلام کا قانونِ امدادِ باہمی بھی ملکی دولت کو سمونے کا ایک بڑا بھاری ذریعہ ہے اور اسلام نے اِس قانون کو دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے، ایک حصہ جبری ہے اور دوسرا حصہ طوعی اور تحریکی ہے تاکہ عقل اور جذبات دونوں کے لئے رستہ کھلا رہے۔ جبری قانون زکوٰۃ کے نظام سے تعلق رکھتا ہے جس کے ذریعہ امیر لوگوں کی دولت پر حالات کے اختلاف کے ساتھ اڑھائی ($2\frac{1}{2}$) فیصدی شرح سے لے کر بیس (۲۰) فیصدی شرح تک خاص ٹیکس لگا کر حکومتِ وقت

یا نظامِ قومی کی نگرانی میں غریبوں اور مسکینوں اور کم آمدنی والے لوگوں کی امداد کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اِس تعلق میں امیر سے مراد صرف امیر کبیر لوگ ہی نہیں ہیں بلکہ ہر وہ شخص جو اپنی اقل اور فوری ضرورت سے کسی قدر زائد دولت رکھتا ہے جسے اسلام کی اصطلاح میں نصاب کہتے ہیں اس پر زکوٰۃ ٹیکس لگا کر کمزور لوگوں کی امداد کا رستہ کھولا گیا ہے۔ اور اس ٹیکس کو عائد کرتے ہوئے مقدس بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ فرمائے ہیں وہ بھی اِس ٹیکس کی غرض و غایت کو واضح کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:-

توٴخذ من اغنیائھم وترد علیٰ فقرائھم (بخاری)

یعنی " زکوٰۃ کے نظام کا مقصد یہ ہے کہ دولت رکھنے والے لوگوں کی دولت کا ایک حصّہ کاٹ کر غریبوں اور کمزور لوگوں کی طرف لوٹایا جائے "۔

اِس حدیث میں " لوٹایا جائے " کے لطیف اور پُر معنی الفاظ اِس غرض سے استعمال کئے گئے ہیں کہ تا یہ ظاہر ہو کہ یہ ٹیکس غریبوں کو احسان کے طور پر نہیں دیا جاتا جس کی وجہ سے بے اصول امیروں کو ان پر احسان جتانے کا موقع پیدا ہو بلکہ یہ ایک ضروری اور قدرتی حق ہے جو خالقِ فطرت نے امیروں کے مال میں غریبوں کا مقرر کر رکھا ہے۔ کیونکہ اوّل تو اصل ملکیت خدا کی ہے جو سب کا آقا و مالک ہے اور دوسرے حقیقۃً ہر مال کے پیدا کرنے میں لازماً غریبوں اور مزدوروں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ پھر زکوٰۃ کے معنے بھی پاک کرنے اور ترقی دینے کے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف زکوٰۃ کی ادائیگی زکوٰۃ دینے والے کے مال کو دوسروں کے حق سے پاک کرتی ہے اور دوسری طرف

وہ زکوٰۃ لینے والوں کی ترقی کا سامان بھی مہیا کرتی ہے۔ بہر حال زکوٰۃ قومی اور مُلکی دولت کو سمونے اور غریب لوگوں کو اُوپر اُٹھانے کا ایک مؤثر اور جبری ذریعہ ہے جو مُلکی یا قومی انتظام کے ماتحت اختیار کیا جاتا ہے۔

امدادِ باہمی کا طوعی نظام

قانونِ امدادِ باہمی کا دوسرا حصّہ طوعی نظام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نظام کے ذریعہ اسلام نے غریبوں کی مالی امداد کے علاوہ سوسائٹی میں باہم محبت اور ہمدردی اور مواسات کے جذبات کو زندہ رکھنے کا دروازہ بھی کھولا ہے۔ اسلام نے اِس طوعی نظام پر انتہائی زور دیا ہے اور غریب بھائیوں کی ہمدردی اور امداد کو ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی نیکی قرار دیا ہے۔ اور خود ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ حدیث میں آتا ہے کہ غریبوں اور مسکینوں اور یتیموں اور بیواؤں کی امداد میں " آپؐ کا ہاتھ اس تیز آندھی کی طرح چلتا تھا جو کسی روک کو خیال میں نہیں لاتی "۔ اور آپؐ اکثر یہ بھی نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ جہاں زکوٰۃ برملا ادا کرو کیونکہ جبری ٹیکس ہونے کی وجہ سے وہ حکومت کے انتظام کے ماتحت خرچ ہوتی ہے وہاں ذاتی اور انفرادی امداد حتی الوسع خفیہ طریق پر دو تاکہ دینے والے کے دل میں احسان کا خیال اور لینے والے کے دل میں کمتری کا احساس نہ پیدا ہو۔ اور جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے غریبوں اور مسکینوں کی امداد کا یہ طوعی نظام زکوٰۃ کے جبری نظام کے علاوہ تھا اور ضروری تھا کہ جبری نظام کے ساتھ ساتھ اِس قسم کا طوعی نظام بھی قائم کیا جاتا تاکہ لوگوں کے دلوں میں اخوت اور محبت اور انفرادی ہمدردی کے جذبات کو زندہ رکھا جا سکے لیکن اس کے مقابل پر اشتراکیت ان سب جذبات کو مٹا کر انسان کو بھی گویا میکنائزڈ[ل] کرنا اور

[ل] Machanized

محض ایک مشین بنانا چاہتی ہے۔

اسلام کا نظامِ تجارت و لین دین

اسی تعلق میں اسلام کا قانونِ تجارت اور قانونِ لین دین بھی مُلکی دولت کے ناواجب اجتماع کو روکنے کی ایک بھاری مشینری ہے۔ حق یہ ہے کہ اسلام نے سُود کو حرام قرار دیکر دولت کے توازن کو برباد کرنے کا ایک بہت بڑا آلہ یکسر مٹا دیا ہے۔ سُود کے ذریعہ انسان کو اپنی طاقت سے بڑھ کر قرضہ برداشت کرنے کی ناواجب جرأت پیدا ہوتی ہے اور عوام کا روپیہ سمٹ سمٹ کر آہستہ آہستہ امیروں کے خزانہ میں جمع ہونا شروع ہوجاتا ہے اور اگر غور کیا جائے تو دنیا میں زیادہ تر سُود ہی سرمایہ داری کو بھیانک صورت دینے کا ذمہ دار ہے۔ اگر آج سُود کا لین دین بند ہوجائے تو مُلک کی بڑی بڑی تجارتیں اور صنعتیں چند سرمایہ دار افراد کے ہاتھ سے نکل کر یا تو مشترکہ سرمایہ والی تجارت اور مشترکہ صنعت کی صورت میں منتقل ہوجائیں گی اور یا اس قسم کی بڑی تجارتیں اور صنعتیں جو مُلکی دولت کے توازن کو خراب کرنے والی ہیں حکومت کے ہاتھ میں چلی جائیں گی۔ اور دونوں طرح دولت کے سمونے کا رستہ کھلے گا۔ اور ظاہر ہے کہ چند خاص تجارتوں اور صنعتوں کے حکومت کے قبضہ میں ہونے سے کوئی حرج لازم نہیں آتا بلکہ اس میں بعض مُلکی اور قومی فوائد متوقع ہیں۔ اس کے علاوہ سُود کی حُرمت سے پرائیویٹ لین دین کے میدان میں بھی امیروں کے لئے غریبوں کے مال پر ڈاکہ ڈالنے اور ان کے خون چوسنے کا موقع نہیں رہتا۔

یہ خیال کہ سود کے بغیر تجارت نہیں چل سکتی ایک محض نظر کا دھوکہ ہے جو موجودہ ماحول کی وجہ سے پیدا ہوُا ہے۔ جبکہ یورپ و امریکہ کے سرمایہ داروں کی وجہ سے سُود کا جال عالمگیر صورت میں وسیع ہوچکا ہے۔ ورنہ اس سے قبل سُود کے بغیر بھی دُنیا کی تجارت چلتی تھی اور انشاء اللہ اس باطل ماحول کے مٹنے پر پھر چلے گی اور پہلے سے بڑھ کر چلے گی۔ سُود کی جگہ اسلام نے قرضہ بصورت رہن اور مشترکہ سرمایہ کے طریق کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ اس میں دولت کے توازن کو بگاڑنے کے بغیر تجارت کا رستہ کھُلتا ہے اور انفرادی ہمدردی کے جذبات کو بھی ٹھیس نہیں لگتی۔

سُود کی حُرمت کے ساتھ ساتھ اسلام نے جوُئے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ جوئے میں دولت کے حصول کو محنت اور ہُنرمندی پر مبنی قرار دینے کی بجائے محض اتفاق پر مبنی قرار دیا جاتا ہے جو نہ صرف قومی اخلاق کے لئے مہلک ہے بلکہ بسا اوقات دولت کی ناواجب تقسیم کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے

غیر معمولی اقتصادی حالت کا علاج

اوپر والا انتظام جس میں ایک طرف ذاتی جائداد کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے اور دوسری طرف مُلکی دولت کو زیادہ سے زیادہ سمونے اور امیر و غریب کے فرق کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے عام حالات کے لئے قائم کیا گیا ہے لیکن اگر کسی وقت ملک میں قحط یا جنگ وغیرہ کی وجہ سے غیر معمولی حالات پیدا ہوجائیں اور خوراک کے ذخیروں میں غیر معمولی کمی آجائے یعنی ملک و قوم کے ایک حصہ کے پاس تو نسبتاً زائد خوراک موجود ہو اور دوسرے حصہ کے پاس اس کی اقل ضرورت سے بھی کم ہو یا بالکل ہی نہ ہو اور لوگوں کی جانوں کا خطرہ پیدا ہوجائے تو اس قسم کے خاص؎ حالات میں اسلام حکم دیتا ہے کہ امیروں اور غریبوں کے ذخیروں کو اکٹھا کر کے سب کی ضرورت کے مطابق راشن بندی کر دی جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں کئی موقعوں پر اِس قسم کے حالات پیدا ہوئے

؎ Emergency

اور آپ نے ان غیر معمولی حالات میں نہ صرف اس قسم کے استثنائی انتظام کی اجازت دی بلکہ اسے پسند فرمایا اور اس کی تاکید کی۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے:۔

خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ فاصابنا جھدٌ حتّٰی ھممنا ان ننحر بعض ظھرنا فامرنا النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فجمعنا ازوادنا۔

(مسلم باب استحباب خلط الازواد)

یعنی "ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے مگر راستہ میں ہمیں خوراک کی سخت کمی پیش آگئی حتّٰی کہ مجبور ہو کر ہم نے (سواریوں کی کمی کے باوجود) ارادہ کیا کہ خوراک کے لئے اپنی بعض سواری کی اونٹنیاں ذبح کر دیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سب لوگوں کے خوراک کے ذخیرے اکٹھے کر لئے جائیں اور پھر آپؐ نے اس جمع شدہ ذخیرہ میں سے سب کو حسبِ ضرورت راشن تقسیم کرنا شروع کر دیا۔"

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغزو او قلّ طعام عیالھم بالمدینۃ جمعوا ما کان عندھم فی ثوب واحد ثم اقتسموا بینھم فی اناءٍ واحد بالسویّۃ فھم منّی وانا منھم۔

(بخاری کتاب الشرکۃ فی الطعام)

یعنی "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قبیلہ اشعر کے لوگوں کا یہ طریق ہے کہ جب کسی سفر میں انہیں خوراک کا ٹوٹا پڑ جاتا ہے یا

حضر کی حالت میں ہی اُن کے اہل و عیال کی خوراک میں کمی آجاتی ہے تو ایسی صورت میں وہ سب لوگوں کی خوراک ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں اور پھر اس جمع شدہ خوراک کو ایک ناپ کے مطابق سب لوگوں میں مساویانہ طریق پر بانٹ دیتے ہیں۔ سنو! کہ یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔"

اس شاندار تعلیم سے ظاہر ہے کہ اگر ایک طرف اسلام نے انفرادیت کو زندہ رکھنے کے لئے ذاتی مال اور ذاتی جائداد کے اصول کو تسلیم کیا ہے تو دوسری طرف اجتماعیت کو زندہ رکھنے کے لئے غریبوں کی امداد کے انتظام کے علاوہ خاص حالات میں یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ خوراک کی استثنائی قلّت کے زمانہ میں جبکہ سوسائٹی کے ایک حصہ کی ہلاکت کا خطرہ ہو امیروں اور غریبوں کے ذخیروں کو جمع کر کے سب میں حسب ضرورت مساویانہ طریق پر تقسیم کر دو اور یہی وہ وسطی تعلیم ہے جس سے دُنیا میں حقیقی امن کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

حکومت کی خاص ذمّہ داری

بالآخر اسلام نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ ایسے معذور لوگ جو کسی بیماری یا کمزوری یا جسمانی نقص کی وجہ سے اپنی روزی نہیں کما سکتے یا ان کی روزی ان کی اقل ضروریات کے لئے مکتفی نہیں ہوتی اور ان کی یہ بے کاری اور غربت غفلت اور سستی کی وجہ سے نہیں ہے تو ایسے معذور لوگوں کی اقل ضروریات کا انتظام حکومت کرے۔ اور اسلامی تعلیم کے مطابق اقل ضروریات میں خوراک، لباس اور مکان شامل ہیں۔ (دیکھو قرآن مجید سورہ طٰہٰ آیات ۱۱۹ و ۱۲۰) یہ انتظام اسلئے بھی ضروری تھا کہ قرآنی تعلیم کے مطابق مخلوق کے رزق کی آخری ذمہ داری خدا تعالیٰ پر ہے۔ (دیکھو سورہ ہُود آیت ۷) پس جو حکومت دُنیا میں خدا کی نمائندہ

بنتی ہے اس کا فرض ہے کہ ایسے معذور لوگوں کی اقل ضروریات کی متکفل ہو جو اپنی خواہش اور کوشش کے باوجود ضروری آمدنی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

بحث کا خلاصہ

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جہاں ایک طرف اشتراکیت کا نظام:۔

(الف) انفرادی جدّوجہد کے جذبہ کو کمزور کرکے کام کے سب سے بڑے فطری محرک کو مٹاتا ہے۔

(ب) فطرتِ انسانی کے جذباتِ ہمدردی اور مواسات کو تباہ کرتا ہے۔

(ج) انسان کے دماغی قوی کو بے قیمت ٹھہرا کر تنزل کے رستہ پر ڈالتا ہے۔

(د) انسان کے اقتصادی حالات کو غیر فطری خارجی سہاروں کے ساتھ وابستہ کرتا ہے اور

(ھ) روحانیت کو مٹا کر دہریت اور مادیت کا بیج بوتا ہے۔

وہاں دوسری طرف اسلام کا نظام:۔

(الف) اشتراکیت اور سرمایہ داری کے بین بین فطری اور وسطی رستہ پر گامزن ہوتا ہے۔

(ب) انفرادی جائداد کے اصول کو تسلیم کرنے کے باوجود ملکی اور قومی دولت کو سمونے کے لئے ایک مؤثر مشینری قائم کرتا ہے۔

(ج) دولت پیدا کرنے کے قدرتی وسائل کو سب کے لئے یکساں کھلا رکھتا ہے۔

(د) انسانی جذباتِ ہمدردی اور مواسات کو زندہ رکھتا اور تقویت پہنچاتا ہے اور

(لاہور آرٹ پریس بالمقابل گنپت روڈ انار کلی لاہور)

(ھ) خالق و مخلوق کے فطری رشتہ کو ملحوظ رکھتا اور ترقی دیتا ہے۔

امنِ عالم کا مستقبل

پس لاریب اشتراکیت اور سرمایہ داری کے انتہائی نظاموں کے مقابلہ پر اسلام کا وسطی نظام ہی اس قابل ہے کہ اس پر دُنیا کے تہذیب و تمدّن کی بنیاد رکھی جائے اور انشاء اللہ اسلام کی ترقی کے دوسرے دور میں جو خدا کے فضل سے اب شروع ہو رہا ہے ایسا ہی ہوگا۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں کیا خوب فرمایا ہے کہ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ۔ یعنی "اے مسلمانو! ہم نے تمہیں ایک وسطی اُمّت بنایا ہے تاکہ تم دُنیا کی مختلف قوموں کے لئے جو افراط اور تفریط کی انتہاؤں کی طرف جُھکی ہوئی ہیں خدا کی طرف سے سچے اور وسطی رستہ کے گواہ رہو" اور خدا کے فضل سے وہ وقت دُور نہیں کہ یہی وسطی رستہ تمام دوسرے رستوں کو مٹا کر دُنیا کا شاہراہ قرار پائے گا اور ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم افراد کی بے چینیوں اور قوموں کی کش مکشوں کو دُور کرکے امنِ عالم کی بُنیاد بنے گی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ

ملنے کا پتہ
صیغہ بکڈپو تالیف و تصنیف جماعت احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ